

ایمان کی شاخیں

(مسلم، رقم ۳۵)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:
الْإِيمَانُ بِضْعٌ وَسَبْعُونَ شُعْبَةً وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ.

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی

ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔“

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: الْإِيمَانُ
بِضْعٌ وَسَبْعُونَ أَوْ بِضْعٌ وَسِتُّونَ شُعْبَةً. فَأَفْضَلُهَا قَوْلُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَ
أَدْنَاهَا إِمَاطَةُ الْأَذَى عَنِ الطَّرِيقِ وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْإِيمَانِ.

”حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کی ستر یا ساٹھ

سے کچھ اوپر شاخیں ہیں۔ ان میں سے سب سے بڑی چیز لا الہ الا اللہ کا اقرار ہے اور ان میں سے ایک

چھوٹی سی چیز راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانا ہے اور حیا بھی ایمان کی ایک شاخ ہے۔“

لغوی مباحث

شعبۃ: اصل معنی درخت کی شاخ کے ہیں۔ لیکن یہ اردو کے لفظ شاخ ہی کی طرح اجزا و فروع کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔

بضع: بضع کی فتح اور کسرہ کے ساتھ بولا جاتا ہے۔ اس کے لغوی معنی ”کسی چیز کے حصے“ کے ہیں اور اس کا اطلاق تین سے دس اور ایک رائے کے مطابق تین سے نو کے عدد پر کیا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک اس سے سات مراد ہوتا ہے۔ ایک اور رائے یہ ہے کہ اس سے دو سے دس اور بارہ سے بیس کے درمیان کے عدد مراد ہوتے ہیں۔ ’بضع و سبعون‘ کا عدد محاورہ استعمال ہوا ہے۔ اس سے کوئی خاص تعداد مراد نہیں ہے۔ یہ محض کثرت کے معنی ادا کر رہا ہے۔ یہاں یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ اعداد کا یہ استعمال ہماری زبان میں بھی ہے اور موقع و محل کی مناسبت سے اس غرض کے لیے کوئی بھی عدد بولا جاسکتا ہے۔ عدد کے اس نوع کے استعمال کی مثال قرآن مجید میں بھی ہے۔ منافقین کے بارے میں دعا سے منع کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ’استغفر لہم او لا تستغفر لہم ان تستغفر لہم سبعین مرۃ فلن یغفر اللہ لہم‘ (تم ان کی مغفرت کی دعا کرو یا نہ کرو، اگر تم ان کے لیے ستر مرتبہ بھی مغفرت کی دعا کرو گے تو اللہ ان کو معاف نہیں کرے گا)۔

افضلہا، ادناھا: ’افضل‘ کا لفظ یہاں اس کی دینی اہمیت کو بیان کرنے کے لیے ہے یعنی اس بات کو ماننے کا اجر اللہ کے ہاں سب سے زیادہ ہے۔ ’اذنی‘ کے لغوی معنی ”سب سے کم“ کے ہیں۔ یعنی دینی اعمال میں اہمیت کے اعتبار سے یہ ایک چھوٹا عمل ہے۔

الحياء: ایک نفسیاتی حالت، یعنی ان امور اور اشیا سے گریز، اعراض کی کیفیت اور احساس ندامت جن سے نسبت پر آدمی برا یا گھٹیا سمجھا جاتا ہے۔ جھجک بھی درحقیقت غلطی سے بچنے کے جذبے ہی کا بے محل اظہار ہے۔ اس لیے اس کے لیے بھی حیا کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔

معنی

یہ روایت دین کی ایک اہم حقیقت کو بیان کرتی ہے۔ روایت میں ایمان کے مظاہر کے لیے شاخ کے لفظ کے استعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کو ایک پیڑ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ ایمان کے کشت دل میں جڑ پکڑتے ہی انسان کے افکار و اعمال میں جو عظیم الشان تغیر واقع ہوتا ہے اور انسان کے قول و فعل کی صورت میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے، اسے

اس پیڑ کی شاخیں قرار دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں بھی کلمہ طیبہ کو پیڑ ہی سے تشبیہ دی گئی ہے۔ سورہ ابراہیم میں ہے:

”کیا تم نے غور نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے کس طرح کلمہ طیبہ کی مثال بیان کی ہے۔ وہ ایک شجرہ طیبہ کی مانند ہے، جس کی جڑ زمین میں اتری ہوئی ہے اور جس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ اپنا پھل ہر فصل میں اپنے رب کے حکم سے دیتا رہتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے مثالیں بیان کرتا ہے تاکہ وہ یاد دہانی حاصل کریں۔“

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ. تُؤْتِي أُكْلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ. (۲۵-۲۴:۱۴)

اس آیت میں ’پھل‘ سے کردار کے وہی مظاہر مراد ہیں جنہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ’شعبۃ‘ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ مومن سراپا خیر ہو۔ اس کے عقائد صحیح خطوط پر استوار ہوں۔ اس کے اعمال اعمال صالحہ ہوں۔ اس کی خلقت میں ودیعت کردہ خیر یعنی عدل، حیا اور خیر خواہی وغیرہ پوری طرح فعال ہوں۔ اس کی فطرت کے صالح داعیات قوی ہوں اور وہ عوامل جو اسے برائی کی طرف دھکیلتے ہیں غیر موثر ہو جائیں۔ یہاں تک کہ اس کے جذبات بھی ایمان کے ساتھ ہم آہنگ ہو کر صحیح محل اور مناسب صورت میں ظاہر ہونے لگیں۔

اس روایت میں یہ حقیقت نمایاں کی گئی ہے کہ ایمان محض کچھ حقائق کو تسلیم کر لینے کا نام نہیں ہے، بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو جب دل میں اترتی ہے تو آدمی ایک نیا جنم لیتا ہے۔ اس کائنات کی اعلیٰ ترین سچائی کے اقرار سے وہ اس کائنات کے خالق و مالک سے جڑ جاتا ہے اور انسانوں سے اس کی خیر خواہی اس طرح نمایاں ہوتی ہے کہ وہ راستے سے تکلیف دہ چیز ہٹائے بغیر آگے نہیں بڑھ پاتا۔ حیا کا جذبہ اپنی صحیح صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور وہ کسی بھی برائی یا بری خصلت کو اپنے لیے باعث عار سمجھنے لگ جاتا ہے۔

بعض شارحین نے ایمان کے اجزا کو معین کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن، جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ یہاں عدد کسی معین تعداد کے بیان کرنے کے لیے نہیں ہے۔ دین کے تمام اجزا ایمانیات، عبادات اور معاملات ہر ہر چیز میں ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت ایک عامل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یہی وجہ بنتے، یہی رویہ معین کرتے اور یہی اس کا ہدف طے کرتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی گفتگو سے ماخوذ یہ روایت متعدد محدثین نے نقل کی ہے۔ کسی نے صرف حیا والا جملہ ہی روایت کیا ہے۔ کسی نے ایمان کے شعبوں اور حیا والا جملہ روایت کیا ہے۔ اور اکثر نے اعلیٰ اور ادنیٰ والا جملہ بھی نقل کیا ہے۔ ایک آدھ روایت ایسی بھی ہے جس میں اعلیٰ اور ادنیٰ والی بات تو نقل ہوئی ہے، لیکن حیا والا جملہ موجود نہیں ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے ان میں سے صرف دو متن منتخب کیے ہیں۔ اس روایت کے ان جملوں میں لفظی فرق بھی ہیں۔ کسی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے رسول اللہ کا لفظ آیا ہے اور کسی میں نبی کا لفظ اختیار کیا گیا ہے۔ ایمان کے مظاہر کے لیے کسی روایت میں شعبہ کا لفظ اور کسی میں باب کا لفظ آیا ہے۔ اکثر متون میں شعبہ کا لفظ مروی ہے۔ روایت کے معنی کے ساتھ اس کی مناسبت بھی زیادہ ہے۔ شعبوں کی تعداد کسی روایت میں ستر سے کچھ اوپر اور کسی روایت میں ساٹھ سے کچھ اوپر بتائی گئی ہے۔ بعض روایات میں راوی نے شک یعنی 'أو' کے ساتھ دونوں عدد دے دیے ہیں۔ ایک روایت میں اثنان و سبعون، یعنی بہتر (۷۲) کا لفظ بھی روایت ہوا ہے۔ بعض کے نزدیک ایمان کے مظاہر میں سے سب سے بڑی چیز توحید ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد ارشادات میں توحید کے بیان کے لیے لا الہ الا اللہ کا کلمہ ہی اختیار کیا ہے۔ اس روایت میں بھی ایسا ہی ہے۔ البتہ کسی متن میں اس پر قول 'اور کسی میں اس پر شہادۃ' کا لفظ مضاف کیا گیا ہے اور کسی روایت میں یہ ان کے بغیر نقل ہوا ہے۔ اسی طرح 'سب سے بڑی' کے لیے کسی روایت میں 'افضل' کسی میں 'اعلیٰ' اور کسی میں 'ارفع' کا لفظ اختیار کیا گیا ہے۔ 'سب سے چھوٹی' کے لیے ان روایات میں 'ادنیٰ' یا 'وضع' کا لفظ استعمال ہوا ہے۔ ہمارے خیال میں 'ادنیٰ' کا لفظ ہی درست ہے۔ اس جملے میں ایک دل چسپ اختلاف بھی منقول ہے۔ تقریباً تمام کتب روایت میں 'اماطة الأذی' ہی کا لفظ آیا ہے، لیکن ابوداؤد میں اس کے بجائے 'اماطة العظم' کی ترکیب استعمال ہوئی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ 'أذی' جیسے جامع لفظ کے مقابلے میں 'عظم' کا لفظ کسی طرح بھی موزوں نہیں۔ کتب حدیث میں ایک روایت اور بھی ملتی ہے جس میں ایمان اور نفاق کے کچھ شعبے بیان ہوئے ہیں۔ یہ روایت واضح کرتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شعبے کے لفظ سے کس پہلو کو واضح کرنا چاہتے ہیں۔

”حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حیا اور کم گوئی ایمان کے دو شعبے ہیں اور نخش گوئی اور بسیار گوئی نفاق کے دو شعبے

عن أبي أمامة عن النبي صلى الله عليه

وسلم قال: الحياء والعى شعبتان من

الايمان والبذاء والبيان شعبتان من

کتابیات

بخاری، رقم ۹۔ مسلم، رقم ۳۵۔ ابوداؤد، رقم ۶۷۶۔ ترمذی، رقم ۲۶۱۴، ۲۰۲۷۔ نسائی، رقم ۵۰۰۴، ۵۰۰۵،
۵۰۰۶۔ ابن ماجہ، رقم ۵۷۔ احمد، رقم ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶۔ ابن حبان، رقم ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۸۱، ۱۹۰، ۱۹۱۔ سنن کبریٰ،
رقم ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۱۱۷۔ الأَدب المفرد، رقم ۵۹۸۔ ابن شیبہ، رقم ۲۵۳۳۹۔ معجم اوسط، رقم ۶۹۶۲، ۹۰۰۴۔

www.javedahmad.com
www.ghamidi.net

”اشراق“ مئی ۲۰۰۶ کے ”شذرات“ میں ”مصعب اسکول سسٹم“ کے زیر عنوان ایک مضمون شائع ہوا تھا۔
اس کے آخری صفحہ پر غلطی سے کیمرج کی جگہ آکسفورڈ کا لفظ درج ہو گیا ہے۔ تصحیح کے بعد جملہ اس طرح پڑھا
جائے گا: ”اس کے امتحانات کیمرج یونیورسٹی کے زیر اہتمام ہوتے ہیں۔“

— ادارہ